 

08-08-2016

اعترافات

(حصہ سوم)

مفتی منیب الرحمٰن

اس سے پہلے دو کالم میں نے تمہید کے طور پر لکھے ہیں اور اصل مقصد آج بیان کر رہا ہوں۔ اعلیٰ اخلاقی اَقدار اور پاکیزہ خصلتیں اُس معاشرے میں پروان چڑھتی ہیں جہاں انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو اور ایسے لوگوں کو عزت واحترام عطا کیا جاتا ہو، لیکن جب سے ہم ہر قید وبند سے آزاد الیکٹرانک میڈیا کے دور میں داخل ہوئے ہیں، اَقدار ومعیارات بدل گئے ہیں اور کاروباری وتشہیری صنعت نے ترجیحات بدل دی ہیں اور ہر چیز کو لذتِ نظر، لذتِ سماع، ذہنی آوارگی اور شہوت رانی کے معیار پر پرکھا جاتا ہے۔ ایسے ماحول میں پاکیزہ فطرت انسانوں کا وجود خارقِ عادت، اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اُس کے دین کی برکت کی بدولت ہی ممکن ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جو معاشرہ تشکیل دیا تھا، اُس میں اگر کسی شخص سے بشری کمزوری کے تحت کوئی گناہ یا خطا سرزد ہو جاتی، تو جب تک اُس کا شرعی اصولوں کی روشنی میں ازالہ نہ ہو جاتا، اُس کے نفس کی تطہیر اور تزکیہ نہ ہو جاتا، اسے قرار نہیں آتا تھا۔ اسی لیے رسالت مآب ﷺ کے عہدِ مبارک میں ہمیں مجرمین کے اِقرار واعتراف کی حیرت انگیز مثالیں ملتی ہیں۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں موجود تھے، آپ ﷺ نے ہمارے سامنے جنت اور جہنم کا ذکر کیا، یہاں تک کہ ہمیں ایسا لگا جیسے جنت وجہنم ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں، وہاں سے میں اٹھ کر اپنی بیوی بچوں کے پاس گیا اور اُن کے ساتھ دل لگی میں مشغول ہو گیا۔ وہ بیان کرتے ہیں: (اچانک) مجھے اُس کیفیت کا خیال آیا جو رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں مجھ پر طاری تھی۔ میں (فوراً) نکلا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور اُن سے مُکرّر کہا: میں تو منافق ہو گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میرے اس اضطراب کو جان کر کہا: اس کیفیت میں تو ہم بھی مبتلا ہو جاتے ہیں، تو حنظلہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی پریشانی بیان کی، آپ ﷺ نے فرمایا: اے حنظلہ! قلبی حضوری کی وہ کیفیت جو تمہیں میری مجلس میں نصیب ہوتی ہے، اگر مسلسل رہے، تو تمہارے بستروں پر اور تمہاری راہوں میں آکر فرشتے تم سے مصافحہ کریں، اے حنظلہ! ایسی پُرنور کیفیات ہر وقت نہیں رہتیں، (سنن ابن ماجہ: 4239)''۔ الغرض رسول اللہ ﷺ کی باتیں اُن کے دل ودماغ میں جذب ہو جاتیں، ان پر انہیں پختہ یقین ہو جاتا اور اُن کے دل ودماغ کی اسکرین پر یہ سارے مناظر بصری منظر کی طرح گھوم جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر اُن کے دل ودماغ کی پاکیزہ اسکرین پر گناہ یا خطا کا کوئی دھبا پڑ جاتا، تو جب تک اس کا ازالہ نہ ہوتا، انہیں چین نہ آتا، پس اُن کے اعترافات کا سبب یہی تھا۔ ذیل میں ہم احادیثِ مبارکہ سے چند مثالیں پیش کرتے ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! میں نے شہر کے پرلے کنارے ایک اجنبی عورت کو پکڑ لیا اور میں نے مباشرت تو نہیں کی، لیکن بوس و کنار کیا۔ سو میں اب آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، میرے بارے میں آپ جیسے چاہیں فیصلہ فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا: اللہ نے تمہارے عیب پر پردہ ڈالا تھا، کاش کہ تم نے خود بھی اپنی پردہ پوشی کی ہوتی۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے اُسے کوئی جواب نہ دیا، سو وہ شخص اٹھ کر چلا گیا۔ پھر نبی ﷺ نے ایک شخص کے ذریعے اُسے بلا بھیجا اور یہ آیت پڑھ کر اُسے سنائی: ''دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم کرتے رہا کرو، بے شک نیکیاں برائیوں کے اثر کو زائل کردیتی ہیں، یہ نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے (ہود:114)''، حاضرین میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی: اے اللہ کے نبی! کیا یہ رعایت اِس کے لیے خاص ہے؟، آپ ﷺ نے فرمایا: سب لوگوں کے لیے ہے، (صحیح مسلم:2763)''۔ اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ اُس نے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب نہیں کیا تھا اور نماز اور نیکیوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ صغیرہ گناہوں کو معاف کردیتا ہے اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی بھی درجے کی خطا ہو، صحابہ کرام اس کا ازالہ ہونے تک قلبی طور پر بے چین رہتے تھے۔

(۲) حضرت ثعلبہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عمرو بن سمُرہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! میں نے بنی فلاں کا اونٹ چوری کیا ہے، سو مجھے (اس گناہ کی آلودگی سے) پاک کردیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن لوگوں کو بُلایا، انہوں نے عرض کی: بے شک ہمارا اونٹ گم ہوگیا ہے، سو (اقرارِ جرم کی بنا پر) رسول اللہ ﷺ نے حدِّ سَرِقہ جاری کرنے کا حکم فرمایا اور اُس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، حضرت ثعلبہ بیان کرتے ہیں: میں دیکھ رہا تھا کہ جب اُس کا ہاتھ کاٹا گیا تو اُس نے (اپنے ہاتھ کو مخاطب کرکے) یہ کلمات کہے: ''اُس اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے تجھ سے پاک کردیا، تو نے تو چاہا تھا کہ میرے پورے جسم کو جہنم میں داخل کردے، (سنن ابن ماجہ:2588)''۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پاکیزہ فطرت صحابۂ کرام سے اگر بشری کمزوری کے تحت کوئی جرم یا خطا سرزد ہوجاتی، تو آخرت کے عذاب کے خوف سے وہ خود آکر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اقرارِ جرم کرتے، کیونکہ اُن کا نظریہ یہ تھا کہ اس دنیا کی سزا، خواہ کتنی ہی سنگین کیوں نہ ہو، آخرت کی سزا کے مقابلے میں کم تر ہے۔ لہٰذا وہ آخرت کے عذاب سے بچنے کے لیے خود اپنے آپ کو پیش کرتے اور ظاہر ہے کہ جو شخص خود اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اللہ تعالیٰ کی حد نافذ کرنے کے لیے پیش کررہا ہے، تو اُس کا یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے جرم پر نادم ہے اور وہ دل سے اللہ کی بارگاہ میں تائب ہوچکا ہے۔

اس کے برعکس ہم جس معاشرے اور ماحول میں رہ رہے ہیں، اس میں جرم سے کسی بھی حیلہ وتدبیر یا فریب سے بچ نکلنا کمال سمجھا جاتا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ آخرت کی جوابدہی اور جزا و سزا کا خوف ہمارے دلوں سے نکل چکا ہے۔ جرم کا سرزد ہونا تو بہت بڑی بات ہے، صحابۂ کرام کے ذہن میں اگر برے خیال آجاتے تو وہ اُس سے بھی بے چین ہوجاتے اور انہیں خدشہ لاحق ہوتا کہ کہیں ان برے خیالات پر ہماری گرفت نہ ہوجائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں: ''ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! میرے دل میں ایسے ایسے برے خیالات آتے ہیں کہ میں آپ کے سامنے انہیں زبان پر لانے کی بجائے جَل کر کوئلہ ہونا پسند کروں گا، تو رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور فرمایا: اُس اللہ کا شکر ہے کہ جس

نے اس کے خیال کو (عملی صورت میں ڈھلنے کی بجائے) وسوسے میں بدل دیا، (سنن ابوداؤد:5112)''۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ہمارے دلوں میں اتنے برے خیالات آتے ہیں کہ (اُن پر عمل کرنا تو درکنار) ہم ایسے خیالات کو زبان پر لانا بھی بہت بڑا گناہ سمجھتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا واقعی تم اپنے دل میں ایسی کیفیت محسوس کرتے ہو؟، انہوں نے عرض کی: جی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ خالص ایمان کی دلیل ہے، (صحیح مسلم:132)''۔حدیث پاک کا منشا یہ ہے کہ برے عمل کا ارتکاب تو درکنار، برے خیالات پر ضمیر کا بے چین ہوجانا، یہ خالص ایمان کی دلیل ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار موقع دینے کے باوجود ایک شخص اپنے آپ کو سزا کے لیے پیش کرتا ہے:

حضرت بریدہ بیان کرتے ہیں: ''ماعز بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! مجھے پاک کیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھ پر افسوس، اللہ سے توبہ استغفار کرو، وہ تھوڑی دور گیا اور پھر واپس آیا اور عرض کی: یارسول اللہ! مجھے پاک کردیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو پھر وہی جواب دیا۔یہاں تک کہ جب وہ چوتھی مرتبہ آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: میں تجھے کس چیز سے پاک کروں؟، اُس نے عرض کی: زنا کے جرم سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا: کیا اس کا دماغی توازن درست ہے؟، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ اس کے ہوش وحواس ٹھیک کام کررہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اس نے شراب تو نہیں پی؟، ایک شخص نے اٹھ کر اسے سونگھا اور بتایا کہ اس نے شراب نہیں پی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم شادی شدہ ہو؟، اس نے عرض کی: جی ہاں! حضور نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا۔اس پر لوگوں کی رائے اُن کے بارے میں مختلف ہوگئی۔ایک گروہ نے کہا کہ ماعز کے بدترین فعل نے اُسے ہلاک کردیا اور اس کے گناہ نے اس کو گھیر لیا۔دوسرے گروہ نے کہا: کیا ماعز کی توبہ سے بھی بڑی توبہ کسی کی ہوسکتی ہے کہ وہ خود حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور اپنے آپ کو سنگسار کرنے کے لیے پیش کردیا۔دو تین دن کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی مجلس میں آئے اور فرمایا: ماعز بن مالک کے لیے اللہ سے استغفار کرو، پس تمام صحابہ نے اُن کے لیے استغفار کیا۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر پوری امت کے گناہگاروں میں تقسیم کردی جائے تو اُن سب کے لیے کافی ہوجائے، (سنن دارقطنی:3129)''۔

ان گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ انسانوں کی اصلاح کا سب سے بڑا ذریعہ مذہب، خوفِ خدا اور فکرِ آخرت ہے۔لیکن آج کل مذہب کو کٹہرے میں کھڑا کردیا گیا ہے، یہاں تک کہ کسی سے کوئی جرم سرزد ہوجائے تو ہمارا میڈیا اس کوشش میں رہتا ہے کہ کسی طرح اس کا رشتہ مذہب سے جوڑ دیا جائے اور اس کا سبب مذہب اور اہلِ مذہب کو قرار دے کر ایک مہم شروع کردی جائے۔للہ! اس شعار کو ترک کیجیے! اور اگر کسی مذہبی شخص سے کوئی بے تدبیری یا بے احتیاطی ہوئی ہے یا اُس نے مذہب کی غلط تعبیر کی ہے، تو اُسے اُس فرد کا قصور سمجھا جائے نہ کہ مذہب اور اہلِ مذہب کے خلاف ایک پروپیگنڈا مہم شروع کردی جائے، سوچیے اور غور کیجیے!۔

(روزنامہ دنیا، 08 اگست 2016ء)